Teaching of Urdu
B.Ed (Hons)Secondary
Semester V

Instructor
Mrs.Rakhshanda Naeem
Department of Education P&D
LCWU, Lahore

باب نمبر 1: اردو زبان اور اس کی اہمیت

باب نمبر 2:تدریس اردو اور اس کی اہمیت

زبان کیا ہے؟

ہم اپنے مدعا کے اظہار کے لیے جب کبھی بھی الفاظ کا سہارا لیتے ہیں تو دراصل ہم زبان ہی کی معاونت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ یعنی الفاظ کے ذریعے ہونے والا اظہاری عمل دراصل زبان کا عمل ہوتا ہے۔ جس طرح ریاضیاتی زبان کی اساس اعداد اور موسیقی کی زبان کی بنیاد سُر اور تال ہیں اسی طرح اظہارِ خیال کے لیے استعمال ہونے والے ذریعہ کی اساس الفاظ ہیں۔ انہیں الفاظ کا مرتب استعمال زبان کو جنم دیتا ہے۔ یوں تو مختلف ماہرینِ لسانیات نے اپنے اپنے انداز میں زبان کی تعریف کی ہے لیکن اپنی آسانی کے لیے سادہ لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ:

> ”زبان ایک ایسا وسیلۂ اظہار ہے جس کے ذریعے ایک جاندار اپنی ذہنی کیفیت یا بات دوسرے کے ذہن میں منتقل کرتا ہے۔“

دراصل ایک سے دوسرے ذہن میں معنی کا انتقال مقصود ہوتا ہے لیکن معنی کے اس انتقال کے لیے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ یہی زبان کی

فطری اہمیت ہے۔

زبان کی تاریخ:

حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ زبان کب، کہاں اور کیسے معرضِ وجود میں آئی۔ البتہ تحریری صورت میں زبان کے نمونے پانچ ہزار سال تک کی تاریخ پر محیط ہیں۔ گویا زبان تحریری صورت میں آج سے پانچ ہزار سال پہلے بھی موجود تھی لیکن اس کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ اس کا حتمی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو قرآنِ مجید میں ربِ کائنات کا فرمان ہے کہ اس نے خود آدم کو ناموں کا علم دیا۔ گویا اسلامی نظریہ کے مطابق زبان انسان کے ساتھ ہی وجود میں آئی۔ اس حقیقت کا ادراک کرلیا جائے تو یہ سوال اہم نہیں رہتا کہ زبان کب اور کیسے وجود میں آئی۔

زبان کے عناصر:

زبان کے بنیادی عناصر میں الفاظ، معنی، ترتیب لفظی اور پس منظر شامل ہیں۔ یعنی ہم الفاظ کے ذریعے معنی کو وجود دیتے ہیں، ترتیب لفظی، الفاظ کے مختلف سانچوں کو بامعنی بنانے کی ضامن ہوتی ہے اور پس منظر معنوی پیچیدگیوں کو حل کرنے کا کام کرتا ہے۔ ان عناصر کو ذیلی علوم کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔

اول: صَرف　　دوم: معنیات　　سوم: نحو　　چہارم: تناظرات

صَرف:

”صَرف سے مراد الفاظ کی تشکیل سے آگاہ کرنے والا علم ہے۔ یعنی کوئی لفظ کب اور کس طرح معرضِ وجود میں آیا یا ہم کس طرح الفاظ سازی کرسکتے ہیں۔“

معنیات:

”معنی کی تفہیم اور جہانِ معنی کی مختلف پرتوں کو منکشف کرنے والا علم معنیات کہلاتا ہے۔“

یہ درست ہے کہ الفاظ کے بغیر معنی کا تصور محال ہے لیکن یہ حقیقت بھی مدِ نظر رہنی چاہیے کہ ہم معنی کی موجودگی میں ہی الفاظ گھڑتے ہیں۔

نحو:

''نحو جملہ سازی کا علم ہے۔یعنی علمِ نحو ہمیں بتاتا ہے کہ الفاظ کے مختلف گروہوں کی کس ترتیب سے ہم کس طرح جملہ بنا سکتے ہیں۔یعنی اسم، فعل اور حرف کی کیا ترتیب ہوگی وغیرہ۔''

تناظرات:

''تناظرات کا علم بتاتا ہے کہ کس طرح الفاظ اور ترتیبِ لفظی کے پس منظر میں موجود حقائق، معنی کو متاثر کرتے ہیں۔''

زبان بطور موثر ترین ذریعہ ابلاغ:

ابلاغ کے معنی ہیں "پہنچا دینا" یعنی اپنی بات، خیال یا پیغام کو دوسرے تک پہنچا دینے کا عمل ابلاغ کہلاتا ہے۔ ہم ابلاغی عمل کے لیے مختلف ابلاغی ذرائع کا استعمال کرتے ہیں۔ ان ذرائع میں اشارے اور علامات، چہرے کے تاثرات، جسمانی حرکات وسکنات اور زبان شامل ہیں۔

اشارے اور علامات:

ہم اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے مختلف اشاروں اور علامات کا سہارا لیتے ہیں۔ مثلاً ٹریفک سگنلوں پر مختلف رنگوں کے برقی قمقموں سے مختلف مطالب لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح مختلف رنگوں کو مختلف معانی کی ادائیگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ذریعہ ابلاغ دور قدیم سے استعمال ہو رہا ہے لیکن اس کے ذریعے ہونے والا ابلاغ بہت محدود ہوتا ہے۔ یعنی ہم اس ذریعے سے چند اشارے کر سکتے ہیں یا کسی کو متنبہ کر سکتے ہیں۔ احساسات وکیفیات کا جامع اظہار اس ابلاغی ذریعے سے ممکن نہیں۔

چہرے کے تاثرات:

ہمارے چہرے کے تاثرات بھی ہمارے دل کی ترجمانی کرتے ہیں۔ یعنی کچھ کہے سنے بغیر بھی اپنے چہرے کے تاثرات کے ذریعے ابلاغی عمل کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس ذریعہ میں بھی نہ صرف ابلاغی عمل محدود رہتا ہے بلکہ غلط فہمی کا امکان بھی بدرجہ اتم موجود رہتا ہے۔

جسمانی حرکات وسکنات:

چہرے کے تاثرات کی ایک توسیعی صورت جسمانی حرکات وسکنات ہیں۔ ہم اپنے جسم کی مختلف حرکات سے بھی ابلاغی عمل مکمل کرتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جب انسان زبانی عمل کے حوالے سے زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہوا تھا تب چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات وسکنات ہی ابلاغ کا موثر ذریعہ ہوتے تھے۔

زبان:

بلا مبالغہ زبان کو موثر ترین ذریعہ ابلاغ تصور کیا جاتا ہے۔ اشاروں اور علامات سے ابتدائی اطلاع تو دی جاسکتی ہے لیکن کسی شے کے فوائد و نقصانات، خصوصیات اور صفات، یعنی وضاحتی نوعیت کی گفتگو نہیں کی جاسکتی۔ یہی معاملہ چہرے کے تاثرات اور جسمانی حرکات وسکنات کے ساتھ بھی ہے۔ تبادلۂ خیال، اور وضاحتی اظہار کے لیے زبان ہی کام آتی ہے۔ مزید یہ کہ زبان سے وسیع پیمانے پر ابلاغ ممکن ہے۔ نیز زبان کی تحریری صورت حقائق اور معلومات کے ادا کرنے کے کام آتی ہے۔ یہ خصوصیت بھی کسی دوسرے ذریعے ابلاغ میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔ ان خصوصیات کی بنا پر زبان کو موثر ترین ذریعہ ابلاغ تصور کیا جاتا ہے۔

زبان کی سماجی اور ثقافتی اہمیت:

ایک ساتھ رہنے والے مختلف کنبے، قبائل اور گروہ ایک معاشرہ تشکیل کرتے ہیں۔طویل عرصے تک ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے،خوشیاں منانے اور مشکلات برداشت کرنے کے نتیجے میں ایک معاشرے کے افراد کا مزاج،سوچنے کا انداز اور رہن سہن کے طریقوں میں بھی یکسانیت آجاتی ہے۔یہی یکسانیت ایک نئی ثقافت کو جنم دیتی ہے۔کسی بھی معاشرے کی لوک داستانیں،روایات،شادی بیاہ کی رسمیں اور تہوار وغیرہ مل کر اس معاشرے کی ثقافت ترتیب دیتے ہیں۔بات معاشرت کی ہو یا ثقافت کی،زبان دونوں حوالوں سے بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

زبان کی معاشرتی اہمیت:

چونکہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال اور روزمرہ اختلاط کے لیے زبان کا ایک ہونا ضروری ہے اس لیے معاشرتی تشکیل میں زبان کی اہمیت اساسی نوعیت کی ہے۔اس وقت تک کوئی معاشرہ وجود میں ہی نہیں آسکتا جب تک اس کے افراد ایک دوسرے کی زبان سے آشنائی نہ رکھتے ہوں۔اسی طرح بیرونی معاشرتوں میں جا کر بھی ہم اس وقت تک وہاں کامیابی سے اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتے جب تک ہم وہاں کی زبان نہ سیکھ لیں۔وہ لوگ جو مختلف پیشہ وارانہ معاملات کے باعث بیرونی معاشرتوں میں جاتے ہیں،سب سے پہلے وہاں کی زبان سیکھتے ہیں۔گویا معاشرتی تشکیل سے دوسری معاشرتوں میں اپنے لیے سازگار فضا تشکیل دینے تک کے عمل میں زبان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

زبان کی ثقافتی اہمیت:

جیسا کہ پہلے وضاحت کی گئی کہ ایک معاشرے کی روایات، خوشی اور غمی کی رسمیں اور مختلف تہوار اس معاشرے کے ثقافتی تشخص کے علمبردار ہوتے ہیں۔ ہر طرح کا ثقافتی ورثہ یا سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو منتقل ہوتا ہے یا تحریری سرمائے کی بدولت۔ دونوں صورتوں میں زندہ زبان ہی ثقافت کو زندہ رکھ پاتی ہے۔ وہ ثقافتی سرمایہ جو تحریری صورت میں محفوظ نہ ہو، زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ پاتا۔ اسی طرح اگر کسی معاشرت کی زبان کمزور پڑ جائے تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ثقافت بھی دم توڑ جاتی ہے۔ پس ثقافتی زندگی کا بڑا دارومدار زبان کی زندگی پر ہے۔

زبان اور ادب وفن:

ادب تحریری وتقریری ہر دو صورتوں میں تہذیبی سرمائے ظ رکھتا ہے۔ اردو ادب کی معروف داستانیں باغ و بہار اور فسانہ عجائب جہاں اپنے خاص اسلوب کے باعث شہرت کی بلندیوں کو پہنچیں وہیں ان کی عظمت کا ایک بڑا راز یہ تھا کہ باغ و بہار دہلوی تہذیب کی آئینہ دار تھی جبکہ فسانہ عجائب لکھنوی تہذیب کی ترجمان۔ یہ معاملہ محض اردو ادب کے ساتھ نہیں بلکہ ہر زبان کا ادب اپنی تہذیبوں ظ رکھنے کا ضامن ہوتا ہے۔ آج یونانی تہذیب اسی لیے کمزور پڑتی جاری ہے کہ اس کا بہت سا تہذیبی سرمایہ جو اس کے ادب پاروں می ظ تھا زبان کے زوال کے باعث فراموش ہو چکا ہے۔

زبان اور علمی سرمایہ:

ادب کی طرح دیگر علوم وفنون کا بھی یہی حال ہے۔ وہی علوم زندہ رہ پاتے ہیں جن کی زبان زندہ ہوتی ہے۔ دورِ حاضر میں آثارِ قدیمہ کے ماہرین عراق، مصر، موہنجوداڑو، ہڑپہ اور ٹیکسلا جیسی قدیم تہذیبوں پر تحقیق کر رہے ہیں لیکن ان کی بہت سی تحقیقات صرف اس لیے نامکمل رہ جاتی ہیں کہ ہزاروں سال قبل تعمیر ہونے والی دیواروں پر موجود تحریریں آج کسی کے لیے قابلِ قرات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں تاریخی سرمائے کے طور پر ظ کرلیا گیا ہے لیکن ان کی تفہیم ممکن نہیں۔ یہی ماجرا قدیم سکوں کا بھی ہے۔ نیز وہ کتابیں جو اس دور میں مختلف علوم پر لکھی گئیں، بھی اسی لیے خاموش ہیں کہ ہم ان کی زبان نہیں جانتے۔

انہیں اسباب کے باعث زبان کو تہذیب کی محافظ کہا جاتا ہے۔

زبان کی تعلیمی اہمیت:

تعلیمی عمل میں زبان کی اہمیت کا بنیادی حوالہ یہی ہے کہ زبان کی عدم موجودگی میں یہ تصور کرنا محال ہے کہ تعلیمی عمل شروع بھی ہو جائے۔ جب تعلیمی عمل کا آغاز ہی زبان کا رہینِ احسان ہے تو بقیہ امور میں بھی زبان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔

سلسلۂ تعلم اور زبان:

سلسلۂ تعلم سے مراد تعلیم کا وہ مرحلہ ہے جس میں معلم اپنا علم طلبا کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اس عمل میں زبان کی اہمیت یہ ہے کہ اگر معلم اور متعلم ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھ پائیں تو عملاً سلسلۂ تعلم شروع ہی نہ ہو سکے۔ ایسے میں تعلیمی عمل جاری ہونے اور بہتر ہونے کے سوالات ہی بے معنی ہو جاتے ہیں۔

ابتدائی سطح پر زبان کی اہمیت اس امر سے واضح ہو جاتی ہے کہ ابتدائی سطح پر دراصل سب سے زیادہ زور ہی زبان پر دیا جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے جیسی تمام مہارتیں دراصل لسانی مہارتیں ہیں اور ان مہارتوں پر ابتدائی سطح پر دیگر تمام مضامین کے مقابلے میں زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابتدائی سطح پر زبان کا کردار ناقابل فراموش بن جاتا ہے۔

ثانوی تعلیم اور زبان:

ثانوی سطح کی تعلیم میں زبان کی اہمیت اس حوالے سے مسلمہ ہے کہ بنیادی لسانی مہارتوں کی تحصیل کے بعد ثانوی سطح پر اظہار میں وسعت آنے لگتی ہے۔ اب حروف اور الفاظ سازی پر عبور کافی نہیں رہتا۔ لکھائی کی مہارتوں میں درخواست نویسی، خطوط نویسی، مکالمہ نویسی، مضمون نویسی اور کہانی نگاری جیسی مہارتیں زبان میں وسیع دسترس کا تقاضا کرتی ہیں۔

پڑھنے کی مہارت کے حوالے سے اسباق کا وسیع ہونا قرات کی مزید مہارت کا متقاضی ہوتا ہے اور بولنے کے حوالے سے بھی محض اپنا تعارف کافی نہیں رہتا۔ توقع کی جاتی ہے کہ ثانوی سطح کا طالب علم مختلف موضوعات پر قدرے تفصیلی اور مدلل گفتگو کر سکے۔ اس عمل کے لیے وسیع ذخیرۂ الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اعلیٰ سطحی تعلیم اور زبان:

کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر بالعموم زبان کے مضامین پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔ طلبا عموماً اپنے اختیار کردہ مضامین اور میدانوں کے حوالے سے سنجیدہ نظر آتے ہیں۔ حالانکہ اعلیٰ سطح پر زبان کی اہمیت کسی بھی دوسرے درجہ سے زیادہ اس لیے ہو جاتی ہے کہ خواہ مضمون کوئی بھی ہو، بہر حال اظہار کے لیے زبان کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ کوئی استاد موثر بولنے کی صلاحیت کے بغیر معیاری معلم ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ کوئی طالب علم تحریر و تقریر کی مہارت کے بغیر اپنی بات پُر تاثیر انداز میں بیان کر سکتا ہے۔ اعلیٰ سطح پر ہمیں تجزیہ و تقابل اور تحقیق و تنقید کے مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ وسیع ذخیرۂ الفاظ اور موثر اظہار کے بغیر کسی بھی میدان میں نمایاں کامیابی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

شکریہ